Rooh-e-Tahqeeq, Vol.03, No.01, Serial No. 07, January-March 2025

زویا پیرزاد کے منتخب افسانوں کا تنقیدی جائزہ

Critical Review of Selected Short Stories of Zoiya Pirzad

Nazia Kauser
PhD Research Scholar (Persian), NUML University, Islamabad
gulelala789@gmail.com

Abstract:

Zoiya Pirzad is a Writer whose stories have many readers, especially Women. Three collections of stories called "Like all Ages", "The Taste of Persimmon" and "A day before Eid" and Novels "I will turn off the Lights" and "We get used to it" are among her works. She is a realist writer in all her works. She writes very simply and straight forwardly and his stories flow in a straight line. Her heroes are characters that we see, talk to or pass by every day. The reader of Pirzad's stories can still feel the urge to follow the process of the story without feeling bored of reading completely ordinary narratives of life. This shows the authoress's art in expressing the facts and helps the audience by imitating the reality, which not only understand reality, but feel it.

Keywords:

Zoya Pirzad, Women's issues, Novels, Narratives,

ایران کے نثری ادب کو دنیا میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ ایرانی نثری ادب میں بہت بڑے بڑے نام ہو گذرے ہیں جنہوں نے افسانہ نگاری میں ایک نام پیدا کیا ہے۔ ان افسانہ نگاروں میں سید محمد علی جمالزادہ، جلال آل احمد، صادق ہدایت، صادق چوبک اور دیگر شامل ہیں۔ ان افسانہ نگاروں نے معاشرتی مسائل کو بیان کرتے ہوئے عام آدمی کی توجہ حاصل کی۔ جہاں ایرانی ادب میں مردوں نے عام آدمی کے مسائل کو بیان کیا وہاں ایرانی خواتین افسانہ نگار بھی کسی سے پیچھے نہ رہیں اور معاشرتی مسائل کے ساتھ ساتھ خواتین کے مسائل کو بیان کرنے میں پیش پیش رہیں۔ ایسی ہی خواتین میں سے ایک زویا پیرزاد بھی ہیں۔

زویا پیرزاد کا نام ایران کے دور معاصر کے بہترین افسانہ نگاروں میں آتا ہے۔ انہوں نے یکے بعد دیگر کئی افسانوں کے مجموعے شائع کیے ہیں جو آج کل ادباء، دانشور اور اہل ذوق لوگوں کی دلچسپی کا موجب بنے ہوئے ہیں اور وہ دنیا کی مختلف زبانوں میں مسلسل ترجمہ ہورہے ہیں۔

معاصر ایرانی مصنفہ زویا پیرزاد ۱۳۳۱ہجری (۱۰۵۲ام) میں آبادان میں پیدا ہوئیں۔

زویا پیرزاد کی فارسی داستانوں کے تین مجموعے ہیں جن کا نام "مثل همه عصرها"، "طعم گس خرمالو" اور یک روز مانده به عید پاک" ہیں۔ اس کے علاوہ زویا نے دو ناول بھی لکھے جن کے نام "چراغ ھا را من خاموش می کنم" اور عادت می کنیم" ہیں۔ "چراغ ھا را من خاموش می کنم" ان کا بہترین افسانہ مانا گیا اور زویا کو ادبی انعام سے بھی نوازا گیا۔ اس کے علاوہ زویا نے دو کتابوں کے ترجمے بھی کیے ہیں۔

مجموعی طور پر زویا پیرزاد کے افسانوں کے مجموعے، دنیا کی بہترین زبانوں مثلاً "یونانی، انگریزی، جرمنی، فرانسیسی، ترکی، چینی، گرجی، لہستانی، جاپانی اور اطالوی زبانوں میں ترجمہ ہو چکے ہیں اور ان کی کتابوں کو بہت سے ادبی انعامات سے نوازا جا چکا ہے۔

ان کے افسانوں کا مجموعہ "مثل ہمہ عصرہا" اٹھارہ داستانوں پر مشتمل ہے اور یہ کتاب بھی فرانسیسی زبان کے علاوہ گرجی اور ارمنی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے اور پاکستان میں پہلی بار "مثل ہمہ عصرہا" کا اردو ترجمہ کیا گیا۔

زویا پیرزاد عصر حاضر کی ممتاز ترین ایرانی خواتین میں سے ایک ہیں۔ زویا پیرزاد نے اپنے کاموں میں اپنے روایتی معاشروں میں خواتین کے حقوق کا دفاع کیا انھوں نے معاشرے میں خواتین کے مسائل اور ان کے حدود کی نشاندہی کی اور روایات کے خلاف جنگ لڑی۔ ماہنامہ حافظ میں زویا پیرزاد کے بارے میں فارسی الفاظ میں کچھ اسطرح لکھا گیا ہے:

> پیرزاد دارای حس خود آگاهانه زنانه است. وجه اهمیت داستان ها و رمان های وی، دغدغه هایی پیرامون زندگی زنان از طبقات مختلف اجتماعی است(۱)

ترجمہ: پیرزاد کے پاس نسائیت کا خود شعور ہے اور اس کی کہانیوں اور ناولوں کی اہمیت مختلف سماجی طبقات سے تعلق رکھنے والی خواتین کی زندگیوں کے بارے میں ان کے خدشات میں مضمر ہے۔

زویا پیرزاد کے بارے ایک اور جگہ یوں بیان کیا گیا ہے:

> "وی از داستان نویسانی است که به دلیل برخورداری از سادگی، ایجاز، صراحت روایت و فضاسازی زنانه در آثارش در بین نویسندگان زن از تشخص سبکی خاص برخوردار است" (۲)

ترجمہ: وہ ایک ایسی ناول نگار ہیں جو اپنی سادگی، اختصار، وضاحت، بیان اور نسائی ماحول کی وجہ سے خواتین میں ایک خاص انداز رکھتی ہیں۔

اپنے افسانوں میں زویا نے خواتین کی صورت حال کو بیان کیا ہے جن میں سے ہر ایک کسی نہ کسی طرح روایتی معاشرے کی حدود میں پھنسی ہوئی اور قید ہیں۔ کہانیوں کا مجموعہ "مثل ہمہ عصرہا" میں زویا نے کہانیوں کے ذریعے اپنے افکار، سرزمین ایران کی ثقافت اور تہذیب اور خواتین کے مسائل کو روشن کیا ہے۔

زویا پیرزاد "مثل ہمہ عصرہا" کے حوالے سے سیروش شمیسا لکھتے ہیں:

> "مثل همه عصرها" نیز یکی از موفق ترین نویسندگان ایرانی در زمینه داستان های کوتاه بود، داستان های این کتاب گویی شعرهایی هسند که به نثر نوشته شده اند(۳)."

ترجمہ: وہ مختصر افسانوں کے میدان میں کامیاب ترین ایرانی مصنفین میں سے ایک کامیاب مصنفہ ہیں اس کتاب کی کہانیاں نثر میں لکھی گئی نظموں کی طرح ہیں۔

زویا پیرزاد کی تصانیف کے بیشتر موضوعات عورت کے حوالے سے ہیں اور زویا کے افسانوں، ناولوں میں عورت مظلوم ہونے کے ساتھ ساتھ کہیں طاقتور اور آزاد بھی دکھائی گئی ہے مثال کے طور پر "طعم گس خرمالو"(۴) کے افسانہ "لکہ ھا" کا مختصر مفہوم کچھ اس طرح سے ہے کہ یہ ایک ایسی ناکام زندگی کی کہانی ہے جس کی بنیاد صرف اور صرف جذبات کی بنیاد

پر قائم ہوتی ہے علی نامی لڑکے سے دوستی اور شناسائی کے دوران ایک لڑکی (لیلی) اس سے اتنی محبت کرتی ہے کہ وہ نہ صرف اس سے شادی کے لیے کوئی شرط نہیں رکھتی بلکہ لڑکے کی شرائط بھی مان لیتی ہے۔

اسی طرح "طعم گس خرمالو" کا ایک اور افسانہ "اپارتمان" (۵) ایک ایسی خاتون کی زندگی کے بارے میں ہے جو اپنے شوہر کے مطابق اپنے کیریئر میں آگے بڑھنے اور گھریلو فرائض کی بجائے گھر سے باہر اپنی ذمہ داریوں سے نبرد آزما ہونے کی فکر کرتی ہے۔ افسانے کا کردار "مہناز" اپنے شوہر "فرامرز" سے علیحدگی اختیار کرنے والی ہے کیونکہ فرامرز کا خیال ہے کہ عورت کو صرف اپنے گھر اور زندگی کے بارے میں سوچنا چاہیے اور بچے پیدا کرنے چاہیں۔

اسی طرح "یک روزمانده به عیدپاک" میں زویا پیرزاد کے افسانہ "هسته های آلبا لو (۶) میں "ادموند" کی ماں اپنی موجودہ صورت حال پر احتجاج کرتی ہے اور اپنے عمل سے ظاہر کرتی ہے کہ وہ "ادموند" کی دادی، خالہ اور باپ کے سخت الفاظ کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے بچے کی پرورش خود کرنا چاہتی ہے۔

''یک روزمانده به عیدپاک" کے افسانہ "گوش ماهی ها" (۷) کا مختصر مفہوم کچھ اسطرح ہے کہ اس افسانہ میں "النوش" "بہزاد" نامی ایک مسلمان لڑکے سے شادی کرنے کا فیصلہ کرتی ہے اور تمام تر مخالفتوں کے باوجود وہ بالآخر اپنے فیصلے پر عمل کرتی ہے۔

زویا پیرزاد کا افسانہ "قصه خرگوش و گوجه فرنگی" (خرگوش اور ٹماٹر کا افسانہ) ایک عورت کی زندگی کے روزمرہ معمولات، اس کی ذمہ داریوں اور ایک ادھورا افسانہ لکھنے کی خواہش کے گرد گھومتا ہے ہر روز عورت سوچتی ہے کہ وہ ایک افسانہ لکھے گی لیکن گھریلو کاموں میں مصروفیت اور روزمرہ کے مسائل اس کی راہ میں حائل ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے شوہر اور بچوں کے کھانے کے انتظامات کے بارے میں سوچتی رہتی ہے۔ کھانے کی تیاری کے دوران پیش آنے والی مشکلات، سبزیوں کی صفائی اور اپنے شوہر کے رد عمل پر غور کرتی ہے اس کا ذہن کہانی لکھنے کی طرف ہوتا ہے لیکن اس کے روزمرہ کے معمولات ہمیشہ اس کے ارادے پر حاوی رہتے ہیں۔ اس کے ذہن میں ایک افسانہ چل رہا ہوتا ہے اور افسانہ ایک خرگوش کا افسانہ جو شکاری کے کھودے ہوئے گڑھے میں گر جاتا ہے اور وہاں قید ہو جاتا ہے۔ اس کے دوست اسے کھانے پینے کا سامان پہنچاتے ہیں مگر وہ گڑھے سے باہر نکالنے میں ناکام رہتے ہیں۔ خرگوش اوپر آسمان کو اور اڑتے ہوئے پرندوں کو دیکھتا رہتا ہے مگر خود قید ہے۔ خاتون خرگوش کو گڑھے سے نکالنے کا حل سوچنے کے لیے اگلے دن کا انتظار کرتی ہے لیکن اس دوران اس کی توجہ کھانا پکانے کے لیے درکار ٹماٹروں پر چلی ہے۔ وہ اپنا افسانہ لکھنے کی بجائے ٹماٹر یاد رکھنے کے لیے نوٹ لکھتی ہے اور آئینے پر چپکا دیتی ہے۔ اور اس کے بعد نیند کی آغوش میں چلی جاتی ہے۔ اس افسانہ میں در اصل ذمہ داریوں اور خوابوں کا ٹکراؤ دکھایا گیا ہے - افسانہ اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ گھریلو خواتین پر اتنی ذمہ داریاں ہوتی ہیں کہ وہ اپنی ذاتی خواہشات کو پیچھے چھوڑ دیتی ہیں اور غور و فکر کیا جائے تو یہ حقیقت ہے کہ معمولات کی زنجیر کو مدنظر رکھتے ہوئے کبھی کبھار ہم اپنے روزمرہ کے معمولات میں اتنا الجھ جاتے ہیں کہ اپنے خوابوں اور مقاصد کے بارے سوچنے کا وقت ہی نہیں نکال پائے اور یہی چیز اس افسانہ میں دکھائی گئی ہے۔

خاتون اپنے افسانے کے اہم نکات کو یاد رکھنے کی بجائے ٹماٹروں کو خریدنے کا نوٹ لکھتی ہے فارسی کی مثال ملاحظہ فرمایئے:

"می خواستم چیزی یاداشت کنم چه بود؟ تکه کاغذی از دفترچه ی دخل و خراجم می کنم و رویش می نویسم گوجه فرنگی کاغذ را باید بچسبانم به آئینه ی دستشویی تا فردا یادم باشد که"(۸)

(ترجمہ): "میں کسی بات کو لکھنا چاہتی تھی وہ کیا بات تھی؟ میں کاپی سے کاغذ کا ایک ٹکڑا پھاڑتی ہوں۔ وہ کاپی جو میں نے روزمرہ کے حساب کتاب اور اخراجات لکھنے کے لیے رکھی ہوتی ہے اور میں اس سے ٹماٹر لکھتی ہوں مجھے کاغذ کو سنگ والے آئینہ پر چپکا دینا چاہیے تاکہ کل مجھے یاد رہے" مندرجہ بالا مثال اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ کس طرح ہماری ضروریات اور ذمہ داریاں ہمارے تخلیقی خیالات کو دھندلا دیتی ہیں۔ خرگوش اور ٹماٹر کا افسانہ نہایت گہرا اور علامتی ہے خرگوش کا گڑھے میں قید ہونا در حقیقت اس عورت کی اپنی زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ جس طرح خرگوش باہر نکلنے کی خواہش کے باوجود گڑھے میں قید ہے اسی طرح خاتون بھی اپنی مصروفیات کے جال میں پھنس ہوئی ہے اور اپنا افسانہ مکمل کرنے سے قاصر ہے۔ یہ افسانہ ہمارے معاشرتی ڈھانچے پر بھی تنقید کرتا ہے جہاں گھریلو خواتین کی خواہشات اکثر پس پشت چلی جاتی ہیں اور ان کی زندگی محدود ذمہ داریوں میں گھر کر رہ جاتی ہے۔ افسانہ کا انجام ایک گہری حقیقت کو بے نقاب کرتا ہے۔ کبھی کبھار ہم اپنے خوابوں کو بھول کر عملی ضروریات کی طرف زیادہ مائل ہو جاتے ہیں چاہیے وہ محض ٹماٹر خریدنا ہی کیوں نہ ہو یہ افسانہ صرف ایک خاتون کی زندگی کے احوال نہیں بلکہ ایک وسیع تر سماجی مسئلے کی نشاندہی کرتی ہے کہ کیسے روزمرہ کے معمولات ہمارے اندر کے تخلیقی جذبے کو دبانے کا سبب بنتے ہیں۔

زویا کا افسانہ "ہمسایہ ھا"(ہمسائے) ایک عورت کے روزمرہ کے مشاہدے پر مبنی ہے جو اپنے ہمسائے میں رہنے والی خاتون کی زندگی کو اپنی باورچی خانے کی کھڑکی سے دیکھتی ہے۔ ہر روز وہ دیکھتی ہے کہ ہمسائی کیسے اپنے گھر کے کام انجام دیتی ہے، جیسے کپڑے دھونا، سکھانا، کھانا پکانا اور اپنے شوہر و بچوں کا خیال رکھنا وغیرہ۔

دوپہر کے وقت جب اس کا شوہر اور بیٹا گھر آتے ہیں تو وہ کھانے کی میز سجاتی ہے۔ اس کا بچہ کھانے میں نخرے دکھاتا ہے جبکہ وہ محبت سے اسے کھلانے کی کوشش کرتی ہے اور اس کا شوہر بچے کو دیکھ کر ہنستا رہتا ہے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد ہمسائی کا شوہر اور بیٹا صحن میں فٹ بال کھیلتے ہیں جبکہ وہ برتن دھونے میں مصروف ہو جاتی ہے عصر کے وقت یہ عورت اپنے کچن میں سلائی کا کام کرتی ہے جبکہ ہمسائی اپنے بچے کے ساتھ وقت گزارتی ہے اسے پڑھاتی کھلاتی ڈانٹی اور مارتی ہے جس سے وہ خود بھی رونے لگتی ہے۔ پھر وہ سگریٹ سلگا کر کسی انجان خیال میں گم ہو جاتی ہے اور پھر اچانک اٹھ کر شام کے معمولات میں مشغول ہو جاتی ہے۔ رات کے وقت دونوں خواتین اپنے گھروں میں کھانے کی تیاری کرتی ہیں۔ اس عورت کا شوہر اور بچے بھی واپس آچکے ہوتے اور اپنے دن کے قصے سناتے ہیں جبکہ وہ ان سب کی باتیں سنتے ہوئے اپنے کاموں میں مصروف رہتی ہے۔ کھانے کے بعد اس کا شوہر اخبار پڑھنے لگتا ہے۔ بچے پڑھائی کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور وہ کچن میں برتن سمیٹ کر اگلے دن کے کھانے کے بارے میں سوچنے لگتی ہے۔

یہ افسانہ اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ گھر کی خواتین کتنی محنت اور محبت سے اپنے خاندان کی خدمت کرتی ہیں لیکن اکثر ان کی محنت کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے جس کا ذکر زویا ان الفاظ میں کرتی ہیں:

"بچه بشقابش را پس می زند و غذا نمی خورد. زن به بچه غذای می خوراند شوهرش ناهار می خورد و به اداهای بچه می خندد. بعد از ناهار شویر همسایه ام در حیاط با بچه توپ بازی می کند زن میز ناهار را جمع می کند"(۹).

ترجمہ: "بچہ پلیٹ واپس دھکیل دیتا ہے اور وہ کھانا نہیں کھاتا۔ خاتون بچے کو کھانا کھلانے لگ جاتی شوہر کھانا کھاتے بچے کے ناز نخروں پر ہنستا رہتا ہے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد باپ بیٹا صحن میں فٹ بال کھیلنے لگ جاتے ہیں اور عورت کھانے کے برتن سمیٹنے لگ جاتی ہے۔"

کہانی میں ماں کی محبت اور بچوں کی ضد نمایاں ہے۔ ماں ہمیشہ بچوں کے آرام وسکون کے لیے اپنی خواہشات کو قربان کر دیتی ہے۔ اگر شوہر بچے کو کھانا کھلانا چاہتا تو کھلا سکتا تھا مگر وہ بچے کے ناز نخرے دیکھ کر ہنستا رہتا ہے مگر محنت یہاں ماں کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ یہ افسانہ ایک عام گھریلو زندگی کی عکاسی پیش کرتا ہے۔ فارسی مثال ملاحظہ فرمایئے:

"ناهار درست می کند. همان وقت هامن هم در آشپز خانه ام غذای ظهر را آماده می کنم با فاصله ی کوچه ای باریک و حیاطی کوچک کارهای مشابهی انجام می دهم.(۱۰)"

ترجمہ: دوپہر کا کھانا تیار کرتی ہے اور اسی وقت میں بھی اپنے باورچی خانہ میں دوپہر کا کھانا بنا رہی ہوتی ہوں۔ تنگ گلی اور ایک تھوڑے سے فاصلے پر ایک چھوٹے سے صحن میں ہم دونوں ایک جیسے ہی کام کر رہی ہوتی ہیں۔

یہ افسانہ سادہ مگر گہری معنویت رکھتا ہے۔ مشاہداتی انداز میں لکھی گئی تحریر قاری کو عام گھریلو زندگی میں چھپے جذبات، محنت اور قربانیوں پر غور کرنے پر مجبور کرتی ہے تاہم افسانہ میں خواتین کے روایتی کردار کو برقرار رکھا گیا ہے جو ایک مخصوص سماجی نقطہ نظر کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ افسانہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ گھر کی خواتین کی محنت اور محبت کی قدر کرنی چاہیے اور ان کے جذبات و قربانیوں کو محض ایک معمولی ذمہ داری سمجھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

زویا پیرزاد کا افسانہ "زمستان" (سردیاں) وقت کے بہاؤ اور انسانی رشتوں کے مختلف مراحل کی عکاسی کرتا ہے۔ برف باری کے پس منظر میں ایک طویل اور تنگ گلی کے مختلف مناظر بیان کیے گئے ہیں جہاں زندگی کے مختلف ادوار میں کردار آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ پہلا منظر ایک بوڑھی عورت کے گرد گھومتا ہے جو کھڑکی کے پیچھے کھڑی ایمبولینس کو دیکھ رہی ہے جہاں ایک اور بوڑھی عورت کو سٹریچر پر لے جایا جا رہا ہے۔ ان کے درمیان ایک لمحے کے لیے آنکھوں کا اتصال ہوتا ہے، ماضی اور حال کے درمیان ایک خاموش مکالمہ برپا ہوتا ہے پھر افسانہ فلیش بیک میں چلا جاتا ہے۔، جہاں دو بچیاں برف میں کھیل رہی ہوتی ہیں اور پھر وہیں لڑکیاں جوانی میں داخل ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ زندگی کے حسین لمحات گزار رہی ہیں اور پھر شادی شدہ زندگی میں اپنے بچوں کے ساتھ دکھائی دیتی ہیں اور آخر میں وہی دو بوڑھی عورتیں اپنے گھروں کو تالے لگا کر گلی میں ملاقات کرتی ہیں اور پرانی یادوں میں کھو جاتی ہیں اور تصویروں کو دیکھ کر ماضی کی جھلک پاتی ہیں اور پھر آخر میں ایمبولینس ایک بوڑھی عورت کو اپنے ساتھ لے جاتی ہے جبکہ کھڑکی کے پیچھے کھڑی عورت کا وجود سن ہو جاتا ہے اور برف جو پورے واقعے کے دوران جاری رہتی ہے، وقت کے بہاؤ اور یادوں کے انمٹ نقوش کی علامت بن جاتی ہے۔ نارنگی ربن جو کئی مناظر میں ظاہر ہوتا ہے ماضی کی ایک علامتی نشانی بن کر برف میں دفن ہو جاتا ہے۔

زندگی کا تسلسل اور وقت کی حقیقت اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ وقت کسی کے لیے نہیں رکھتا اور بچپن، جوانی

اور بڑھاپا سب اپنی جگہ طے شدہ ہیں اور زندگی کے ان تینوں ادوار کو خوبصورت الفاظ میں اسطرح پرویا گیا ہے:

"یکی از عکس ها روی برف ها می افتد- زن- با وحشت اثر عذاب ختم شدن به عکس نگاه می کند و کف دستش را به گونه می کوبد زن جوانی که از کنارش می گذرد دست بچه اش را رهای کند، چست و چالاک خم می شود. عکس را بر می دارد. زن مسن تشکر می کند و خیسی برف را از روی عکس می گیرد(۱۱)"

ترجمہ: تصویروں میں سے ایک برف پر گر گئی۔ اپنا ہاتھ اپنی گال پر مارتے ہوئے وہ عورت تصویر کو گھورنے لگ گئی۔ وہ نیچے جھکنے کے تصور سے ہی خوف زدہ تھی۔ پاس سے گزرتی ایک نوجوان عورت نے بچے کا ہاتھ چھوڑا، تیزی سے نیچے جھکی اور تصویر کو اوپر اٹھالیا۔ بوڑھی عورت نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اور بہت احتیاط سے تصویر کے اوپر سے برف ہٹانے لگ گئی۔

اس مثال سے زندگی کے تینوں ادوار کی بہترین تصویر کشی کی گئی ہے۔ یہاں بوڑھی عورت، جوان عورت اور بچہ دکھایا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ بچپن، جوانی اور بڑھاپا سب اپنی جگہ طے شدہ ہیں۔

اس افسانہ میں بوڑھی عورت کی آنکھوں میں چھپی یادیں اور تصویریں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ انسان اپنے ماضی میں جیتا رہتا ہے، خاص کر جب حال تنہائی میں ہو اور بوجھل ہو۔ افسانہ کو ایک اور پہلو سے دیکھا جائے تو یہ بھی گمان ہوتا ہے کہ کیسے ایک وقت میں زندگی قہقہوں اور دوستوں سے بھری ہوتی ہے اور پھر ایک دن خاموشی میں تحلیل ہو جاتی ہے۔

تنقیدی جائزے کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ کہانی وقت کے بہاؤ، انسانی رشتوں اور زندگی کے مختلف مراحل کی خوبصورت عکاسی کرتی ہے استعاروں اور علامتوں کا خوبصورت انداز میں استعمال کیا گیا ہے جیسے برف، نارنگی ربن اور ایمبولینس جو وقت کے گزرنے اور زندگی کی ناپائیداری کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کرداروں کی خاموشی اور ان کے درمیان غیر لفظی رابطے جیسے آنکھوں کا ملنا ایک گہری جذباتی کیفیت کو جنم دیتے ہیں۔

ساختی لحاظ سے افسانہ دائرے کی صورت میں چلتا ہے۔ بچپن سے لے کر بڑھاپے اور پھر انجام تک جو زندگی کے ایک مکمل چکر کو ظاہر کرتا ہے۔ کہانی میں اداس اور ماضی پرستی کا رنگ نمایاں ہے جو قاری کو سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ زندگی کتنی جلدی گزر جاتی ہے اور یادیں زندگی کا حصہ بن کر رہ جاتی ہیں۔ یہ افسانہ محض ایک بوڑھی عورت کی کھڑکی کے پیچھے سے دنیا کو دیکھنے کا افسانہ نہیں بلکہ یہ زندگی کے ایک مکمل سفر، وقت کی ناپائیداری اور رشتوں کی گہرائی کی عکاسی کرتا ہے۔

ایک اور افسانہ "در گاهی پنجره" (کھڑکی کی چوکھٹ) ایک پانچ سالہ بچی کے خیالات، احساسات، اور اس کی معصومانہ دنیا کی عکاسی کرتی ہے۔ وہ اپنی کھڑکی کی چوکھٹ کو سب سے محفوظ اور پرسکون جگہ سمجھتی ہے، جہاں وہ خشک توت کھاتے ہوئے بازار کے لوگوں کو دیکھتی اور ان کی حرکات پر غور کرتی ہے۔ اس کا سب سے قریبی دوست سامنے کھڑا چنار کا درخت ہے، جس کے ساتھ وہ اپنے خیالات بانٹتی ہے۔ وہ دونوں اس بات پر متفق ہوتے ہیں کہ چلنے پھرنے کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے، بلکہ زمین میں جڑیں گاڑ کر سکون سے جینا چاہیے۔ لیکن وقت کے ساتھ چیزیں بدلتی ہیں، بارشیں رک جاتی ہیں، توت مہنگے ہو جاتے ہیں، اور چنار کا درخت پانی کی کمی سے نڈھال ہو جاتا ہے اور بچی کا پسندیدہ مشغلہ ختم ہونے لگتا ہے۔ پھر اچانک ایک بڑا طوفان آتا ہے جو بچی کو کھڑکی سے دور لے جاتا ہے۔ وہ چنار کو پکڑنے کی کوشش کرتی ہے، مگر درخت کی

کمزور شاخیں اس کا ساتھ نہیں دے سکتیں۔ طوفان اسے اڑا کر لے جاتا ہے، اور جب وہ ہوش میں آتی ہے تو خود کو زمین پر بے حس و حرکت پاتی ہے۔ اس لمحے وہ اپنے بند مٹھیوں کو کھولتی ہے، اور حیرت انگیز طور پر اس کے ہاتھوں میں چنار کے دو پتے موجود ہوتے ہیں، جیسے اس کی اور درخت کی دوستی ہمیشہ کے لیے محفوظ رہ گئی ہو، چاہے وقت نے انہیں جدا کر دیا ہو۔

افسانہ میں وقت کا بہاؤ اور ناپائیداری دکھائی گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ افسانہ معصومیت اور حقیقت کی کشمکش میں مبتلا دکھائی دیتا ہے کہ بچپن میں سب کچھ ایک جیسا اور محفوظ لگتا ہے مگر حقیقت میں وقت سب کچھ بدل دیتا ہے۔

یہاں فطرت اور انسان کی مشابہت بھی دیکھی جاتی ہے۔ چنار کا درخت اور بچی دونوں ایک جگہ ٹھہرے رہنا چاہتے تھے مگر فطرت اور وقت کا بہاؤ انہیں جدا کر دیتا ہے۔ بچی اور چنار دونوں آزمائشوں کا سامنا کرتے ہیں لیکن دونوں کسی نہ کسی شکل میں زندہ رہتے ہیں چنار کے درخت کے حوالے سے زویا کچھ اسطرح سے بیان کرتی ہیں:

"ناخواسته مشتشان کرده بودم از هم باز کردم در برابر چشمانم، با بادی که هیچ نمی دانم از کجا می وزید، به جای دو دستم دو برگ خشکیده ی چنار می لرزیدند"(۱۲)

ترجمہ: نہ چاہتے ہوئے بھی میں نے اپنے ہاتھوں کو کھول دیا۔ میری آنکھوں کے سامنے سے طوفان نا جانے کہاں سے کہاں کو ہو لیا اور میرے دو ہاتھوں کے بجائے چنار کے دو پتے کانپ رہے تھے۔

یہ افسانہ گہرے استعاروں اور علامتوں سے بھرپور ہے، جو بچپن، وقت کے بہاؤ، اور زندگی کی ناپائیداری کو اجاگر کرتا ہے۔ بیانیہ کا انداز شاعرانہ اور فلسفیانہ ہے، جو قاری کو ایک گہرے جذباتی سفر پر لے جاتا ہے کھڑکی، چنار، توت، اور طوفان جیسے عناصر زندگی کے مختلف پہلوؤں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ کھڑکی معصومیت کی دنیا، چنار دوستی اور پائیداری، توت خوشیوں کے لمحے، اور طوفان وقت کی ناقابلِ مزاحمت تبدیلی کی علامت ہے افسانے کی ساخت تدریجی تبدیلی پر مبنی ہے۔ ایک ساکن دنیا سے حرکت کی طرف، اور آخر میں ایک ناگزیر انجام کی طرف اختتام کھلا ہے اور استعاراتی ہے، جس سے قاری مختلف تشریحات نکال سکتا ہے۔ بچی کا چنار کے پتوں کے ساتھ جاگنا اس بات کی علامت ہو سکتا ہے کہ وقت اور فطرت نے اسے بدل دیا لیکن وہ اپنی جڑوں سے اب بھی جڑی ہوئی ہے۔ یہ افسانہ نہ صرف بچپن اور وقت کے بہاؤ کی خوبصورت عکاسی کرتا ہے، بلکہ اس میں زندگی، فطرت اور انسانی نفسیات کے بارے میں گہرا پیغام بھی چھپا ہے۔

افسانہ گل ھای وسط آن رو تختی (بیڈ شیٹ کے درمیانی پھول) تین نسلوں کی عورتوں۔ دادی، ماں، اور بیٹی کے درمیان ایک علامتی ورثے کی داستان ہے۔ چھ سالہ روشنک اپنی دادی کے ساتھ بیڈ شیٹ کے لیے رنگ برنگے پھول بنانا سیکھتی ہے۔ ابتدا میں اس کے بنائے گئے پھول بے ڈھنگے ہوتے ہیں، لیکن وقت کے ساتھ وہ مہارت حاصل کر لیتی ہے۔ دادی کے ساتھ گزارا گیا وقت اسے صرف بنائی کا ہنر نہیں سکھاتا بلکہ زندگی رشتوں، اور صبر کے گہرے سبق بھی سکھاتا ہے۔ دادی کی وفات کے بعد روشنک اس ادھوری بیڈ شیٹ کو مکمل کرتی ہے، جو درحقیقت اس کے خاندانی تعلقات اور عورتوں کی قربانیوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ شادی کے بعد، جب شوہر محض بیٹے کی خواہش میں اسے طلاق دے دیتا ہے، تو وہ صبر و تحمل سے حالات کا سامنا کرتی ہے۔

بیڈ شیٹ جو اس کی زندگی کے اتار چڑھاؤ کی کہانی سناتی ہے، اس کے لیے ایک پناہ گاہ بن جاتی ہے۔ آخر میں، وہ

اپنی بیٹیوں کو یہ ہنر نہیں سکھاتی، اور برسوں بعد بھی کوئی نہیں جانتا کہ بیڈ شیٹ کے درمیانی پھول دادی نے بنائے تھے یا روشنک نے۔

زندگی ایک ایسا ہنر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہارت وقت کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ مہارت کے حوالہ سے کہانی میں اسطرح مثال پیش کی گئی ہے:

اولی ها خجول و کمر و و بعد لطیف و کوچک و بعد بزرگ و خوشرنگ و یکشکل و یکشکل و یک شکل، درست مثل آخرین گل های مادر بزرگ(۱۳)

ترجمہ: شروع سے پھول شرمیلے، بعد کے نرم و لطیف اور چھوٹے تھے اور اس کے بعد کے بڑے اور خوش رنگ اور سب ایک ہی شکل کے تھے بالکل اسی طرح جس طرح دادی اماں کے آخری پھول تھے۔

افسانہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ خواتین کی قربانیوں اور صبر کا اعتراف ضروری ہے اور خاندان اور روایتیں ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتی ہیں۔

دادی اور پوتی یہاں افسانہ میں سارا دن پھول بنتے دکھائی دیتی ہیں اور دادی زیادہ باتیں کرتی تھیں اور روشنک زیادہ سنتی تھی۔ افسانہ میں یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ سماج میں عورت کی قدر اس کی صلاحیتوں اور قربانیوں سے زیادہ بعض اوقات اس کے بیٹے پیدا کرنے کی صلاحیت سے جوڑی جاتی ہے۔جو ایک معاشرے کا اہم المیہ ہے:

”روزی که شوهرش طلاقش داد سه دخترش جنجال کردند سر پیری پسر می خواهد“(۱۴)

ترجمہ: جس دن شوہر نے اس کو طلاق دی اس کی تینوں لڑکیوں نے ہنگامہ کھڑا کر دیا تھا۔

یہ افسانہ روایتی اور جدید عورت کے درمیان کشمکش کو نہایت خوبصورتی سے پیش کرتی ہے۔ دادی کا کردار ایک ایسی نسل کی عکاسی کرتا ہے جو اپنے فن میں مہارت رکھتی تھی اور صبر و استقامت کی مثال تھی۔ روشنک کا کردار ان خواتین کی نمائندگی کرتا ہے جو وقت کے ساتھ ترقی کرتی ہیں لیکن پھر بھی اسی سماجی دباؤ کا شکار ہوتی ہیں جس کا سامنا ان کی مائیں اور دادیاں کر چکی ہوتی ہیں۔ افسانہ میں بیڈ شیٹ محض ایک کپڑا نہیں بلکہ ایک مکمل علامت ہے جو تین نسلوں کی عورتوں کے تجربات، ان کی محنت، قربانی، اور زندگی کے نشیب و فراز کو ظاہر کرتی ہے۔ آخر میں، جب روشنک اپنی بیٹیوں کو بننا نہیں سکھاتی، تو یہ ایک غیر علانیہ بغاوت کی علامت بنتی ہے، جو شاید روایتی جکڑ بندیوں سے چھٹکارے کی ایک خاموش کوشش ہے یہ افسانہ نہ صرف عورت کی زندگی کے پیچیدہ پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے بلکہ سماج کے اس رویے پر بھی سوال اٹھاتا ہے جو عورت کے وجود اور اس کی محنت کو مرد کی خواہشات کے تابع کر دیتا ہے۔

زویا پیرزاد کا افسانہ ”لکہ“ (دائرہ) ایک ایسی عورت کی زندگی کی عکاسی کرتا ہے جو تیس سال سے ایک مخصوص معمول میں قید ہے۔ وہ ایک عام دن کے واقعات کو محسوس کرتی ہے، بچوں کے کھیلنے کی آوازیں سنتی ہے، اخبار فروش کی گھنٹی، اور شام کے وقت اپنے شوہر کی واپسی کا انتظار کرتی ہے۔ افسانہ ماضی اور حال کو جوڑتا ہے، عورت کی یادوں میں گم ہو کر اس کی زندگی کی یکسانیت اور تنہائی کو اجاگر کرتی ہے۔ عورت کی زندگی ایک بند دائرے کی مانند ہے، جہاں کوئی بڑی تبدیلی نہیں آتی۔ شادی کے بعد کی زندگی کے تمام دن، مہینے اور سال ایک جیسے لگتے ہیں، اور وہ اپنی روزمرہ کی روٹین میں سکون

محسوس کرتی ہے۔ تاہم وہم اور معمولی تبدیلیوں (جیسے نیا فرائی پان) سے پیدا ہونے والی بے چینی اس کی شخصیت کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ افسانے کے آخر میں رات کے وقت جب عورت آنکھیں کھولتی ہے، تو گلی میں مکمل خاموشی چھا چکی ہوتی ہے۔ وہ اپنے شوہر کی آمد کو ایک چھوٹے سے نقطے سے پہچانتی ہے، جو اس کے لیے ایک مانوس علامت ہے۔ یہی لمحہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی تسلی ہے، کیونکہ اس کے لیے اس نقطے کی آمد اس کی دنیا کو مکمل کر دیتی ہے۔

معمول اور استحکام کے سکون کے لحاظ سے افسانہ یہ بتاتا ہے کہ کچھ لوگ زندگی میں بڑی تبدیلیوں کی بجائے ایک مستحکم معمول کو زیادہ پسند کرتے ہیں، کیونکہ یہی ان کے لیے سکون اور مانوسیت کا ذریعہ ہوتا ہے۔

زندگی کی یکسانیت بھی اس افسانے میں دیکھی گئی ہے اگرچہ یکسانیت اور معمول انسان کو تحفظ کا احساس دلاتے ہیں، لیکن کبھی کبھار یہ ایک جمود کی شکل بھی اختیار کر لیتے ہیں، جہاں فرد اپنے وجود کی گہرائیوں میں سوالات نہیں اٹھاتا۔ تبدیلی کے خوف کے حساب سے کچھ لوگ نئی چیزوں یا معمول کی ہلکی سی تبدیلی سے بھی گھبرا جاتے ہیں، جیسے عورت کو نئے فرائی پان کے استعمال میں مشکل محسوس ہوتی ہے اور یہ چیز افسانے میں دکھائی گئی ہے مثال ملاحظہ فرمایئے:

"یک بار که قابلمه تازه ای خریده بود، روزها گذشت و قابلمه تازه گوشه ی آشپز خانه ماند تا بالاخره زن خود را راضی کرد تویی آن غذا بپزد و غذایی که توی قابلمه ای نو پخت به دهانش مزه نکرد"(۱۵)

ترجمہ: ایک دن جب اس نے ایک نیا فرائی پان خرید اتھا وہ فرائی پان کافی دن تک کچن کے کونے میں پڑا رہا بالآخر عورت نے اپنے آپ کو راضی کیا کہ وہ کھانا پکانے جب بھی اس نے فرائی پان میں کھانا پکایا تو وہ اسے پسند نہ آیا۔

افسانے میں محبت اور رفاقت کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ عورت کی زندگی میں اس کا شوہر سب سے اہم عنصر ہے، جس کی آمد اس کے لیے سب سے تسلی بخش لمحہ ہوتی ہے۔ اس افسانے میں ایک عام مگر گہری نفسیاتی کیفیت کو اجاگر کیا گیا ہے جہاں ایک عورت کی زندگی میں نہ کوئی حادثہ آتا ہے، نہ کوئی بڑا موڑ اور نہ ہی کوئی ڈرامائی واقعہ۔ یہی اس افسانہ کی سب سے بڑی طاقت ہے -یہ سادگی میں گہرائی رکھتا ہے۔ مصنف نے انتہائی سادہ اور حقیقت پسندانہ انداز میں عورت کی روزمرہ زندگی، اس کے خیالات، اور ماضی کے ساتھ اس کے لگاؤ کو بیان کیا گیا ہے۔ دائرہ عورت کی زندگی کے معمول اور قید کی علامت ہے، جو کبھی بڑا، کبھی چھوٹا ہوتا ہے لیکن کبھی ٹوٹتا نہیں۔ کبھی وہ محسوس کرتی کہ یہ دائرہ نزدیک سے نزدیک تر اور بڑے سے بڑا ہوتا جا رہا ہے ایسا لگتا تھا جیسا یہ تھا کہ یہ دائرہ اسے نگلنا چاہ رہا ہے وہ ناقابل فہم آوازیں وحشت بن جاتی تھیں لیکن اس دائرے کو دیکھنا عورت کی مجبوری تھی۔ چھوٹا سیاہ نقطہ اس کے شوہر کی علامت ہے، جو اس کی دنیا کو مکمل کرتا ہے:

"نقطه کم کم بزرگ تر می شد، تغییر شکل ی داد و زن شوهرش را می دید که آرام آرام به طرف خانه می آید"(۱۶)

ترجمہ: وہ نقطہ آہستہ آہستہ بڑا ہو جاتا اور ایک شکل میں تبدیل ہو جاتا۔ اور عورت اپنے شوہر کو دیکھ لیتی کہ وہ آہستہ آہستہ اس کی طرف آرہا ہے۔

نیا فرائی پان اس چیز کی علامت ہے کہ عورت نئی چیزوں کو اپنانے میں کتنا وقت لیتی ہے اور معمول کی تبدیلی اسے پریشان کرتی ہے۔ شور اور خاموشی وقت کی گزرتی ہوئی کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ بچوں کے کھیلنے کا شور اس کے ماضی کی گونج ہے جبکہ رات کی خاموشی حال کی تنہائی کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ افسانہ زندگی کے ایک سادہ مگر گہرے فلسفے کو بیان کرتا ہے

کہ انسان بعض اوقات زندگی میں بڑی خوشیوں یا حادثات کی بجائے ایک معمول میں تسلی پاتا ہے لیکن کیا یہ مکمل زندگی ہے ؟یا محض وقت گزارنے کا ایک طریقہ ؟افسانہ قاری کو اس پر غور کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

ایک اور افسانہ ”یک زندگی“ (ایک جیون کی داستان)وقت کے گزرنے، انسانی زندگی کے مختلف مراحل، محبت، یادوں اور فطرت کے ساتھ تعلق کو بیان کرتی ہے۔ایک عورت جو اب عمر رسیدہ ہو چکی ہے، اپنی کھڑکی سے درخت پر کھلے پھولوں کو دیکھ رہی ہے۔ یہ درخت اور اس پر کھلنے والے پھول اس کی زندگی کے مختلف ادوار کے گواہ ہیں۔ شادی کے ابتدائی دنوں کی خوشیاں، ماں بننے کی خوشی، بچوں کے ساتھ وقت گزارنا اور پھر تنہائی کا سامنا، سب کچھ اس درخت کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔اس خاتون کو لگتا ہے کہ اس کی زندگی کے نشیب و فراز کا تنہا ساتھی یہ درخت ہے۔

زندگی کے مراحل بدلتے رہتے ہیں وقت کے ساتھ ہر چیز بدل جاتی ہے، بچپن، جوانی، شادی، ماں بننے کا مرحلہ اور پھر بڑھاپا سبھی کا اپنا ایک حسین مگر عارضی وقت ہوتا ہے محبت اور یادیں ہمیشہ زندہ رہتی ہیں اگرچہ لوگ چلے جاتے ہیں، لیکن ان کی یادیں اور محبت ہمیشہ ہمارے ساتھ رہتی ہیں جیسے اس عورت کے لیے اس کا درخت فطرت اور زندگی کا گہرا تعلق ہے۔درخت اور اس کے پھول انسانی زندگی کے عروج وزوال کی عکاسی کرتے ہیں۔ جیسے درخت پر ہر سال پھول کھلتے ہیں، زندگی بھی نئے موڑ لیتی ہے ۴۱ بار تھی جب وہ اس درخت کو پھولوں سے بھرا دیکھ رہی تھی، تنہائی زندگی کا ایک لازمی حصہ ہے آخر میں ہر انسان کو تنہائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے جیسے اس افسانہ کی عورت کو مگر وہ اپنی یادوں میں تسکین پاتی ہے۔

افسانے کی زبان شاعرانہ اور علامتی ہے، جو قاری کو ایک گہری سوچ میں ڈال دیتی ہے۔ درخت اور پھولوں کی علامت بہت معنی خیز ہے، جو وقت، محبت، خوشی اور تنہائی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہ افسانہ ہمیں اپنی زندگی کے خوبصورت لمحوں کو قید کرنے، محبت کو سراہنے، اور وقت کے بدلتے رنگوں کو قبول کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

زویا پیرزاد کا افسانہ ”مگس“ (مکھی)

ایک گھریلو زندگی کی عکاسی کرتا ہے جس میں عالیہ نامی خاتون اپنی ماں، بیٹی یاسمین، شوہر اور ماضی کی یادوں کے درمیان ایک خاموش مگر گہری جذباتی کشمکش میں مبتلا نظر آتی ہے۔ افسانے کا آغاز ایک عام دن سے ہوتا ہے جہاں عالیہ دوپہر کے کھانے کے بعد کچن کی صفائی میں مصروف ہے۔اس دوران ماضی کے لمحات، ماں کے ساتھ گزرے دن، شادی کی یادیں، اور زندگی کے مختلف پہلو اس کے ذہن میں گردش کرتے ہیں۔عالیہ کی ماں ایک بااثر، مضبوط اور ضدی خاتون تھی جس کے الفاظ اور روایات عالیہ کی زندگی میں گہرا اثر رکھتے ہیں۔وہ سفید رنگ کو خوش بختی کی علامت سمجھتی تھی، اور اس کا دل سمندر کے کنارے زندگی گزارنے کی خواہش رکھتا تھا۔ عالیہ کی ماں نے زندگی میں کئی سخت فیصلے کیے، حتیٰ کہ اپنی ناپسندیدہ شادی کو بھی فسنجان کے سالن سے نشان زدہ کر دیا۔

افسانے میں تین نسلوں کی عورتیں دکھائی گئی ہیں۔عالیہ کی ماں، عالیہ، اور یاسمین۔ ہر ایک کی زندگی اور خیالات دوسرے سے مختلف ہیں لیکن ایک نسل کی یادیں دوسری نسل پر کسی نہ کسی طرح اثر انداز ہو رہی ہیں۔ آخر میں عالیہ کی بیٹی یاسمین، جو ایک نئی نسل کی نمائندہ ہے، اپنی مرضی سے اپنی زندگی جینے کی خواہش رکھتی ہے اور اس کا والد اس کی خواہش کو تسلیم کرتا ہے۔افسانے کا مرکزی استعارہ "مکھی" ہے، جو کبھی عالیہ کی ناک کے سامنے سے گزرتی ہے، کبھی کھڑکی کے گرد چکر لگاتی ہے اور آخر میں جب اسے بھگایا جاتا ہے تو سکون محسوس ہوتا ہے۔ مکھی یہاں زندگی کے وہ غیر ضروری شور اور بے

ترتیب خیالات ہیں جو ماضی اور حال کے درمیان جھولتے رہتے ہیں۔ عالیہ کی ماں اپنی ماں کے سفید دلہن کے لباس کی روایت کو آگے بڑھاتی ہے جبکہ یاسمین اس پر حیرت اور مزاح کا اظہار کرتی ہے اور پھر یاسمین عالیہ کی ماں سے دلہن کے لباس کے رنگ کے متعلق پوچھتی ہے اور اس پر عالیہ کی ماں ہنستے ہوئے بتاتی ہے کہ دلہن کا لباس ہمیشہ سے سفید رہا ہے۔

ماضی اور حال کی کشمکش میں عالیہ اپنی ماں کی یادوں میں کھوئی ہوئی ہے، جبکہ حقیقت میں وہ روزمرہ کے کاموں میں مصروف ہے۔ ماضی اور حال کے اس تصادم کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ عالیہ سوچتی ہے کہ پلیٹیں تبدیل کرنی چاہئیں مگر پھر ماں کی پسندیدہ نیلی پلیٹوں کو یاد کرتی ہے۔ جس کا ذکر افسانے میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"بشقاب ھا آبی اند، باحاشیہ ی پھن سفید"(۱۷)

ترجمہ: پلیٹیں نیلی ہیں جن کے کنارے پر سفید رنگ کا چوڑا بارڈر ہے۔

ماضی کے اثرات اور موجودہ زندگی کا ایک نمایاں استعارہ مکھی ہے، جو ماضی کی یادوں اور خیالات کی علامت ہے۔ عالیہ بار بار مکھی کو ہاتھ سے پرے ہٹاتی ہے مگر وہ لوٹ آتی ہے۔ آخر میں جب یاسمین اخبار سے اسے بھگا دیتی ہے، تو عالیہ سوچتی ہے کہ یہ کمرہ مکھیوں کے بھنبھنانے کے بغیر کتنا خاموش اور پر سکون ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ جب انسان ماضی کے غیر ضروری خیالات کو ذہن سے نکال دیتا ہے تو زندگی زیادہ سکون بخش محسوس ہوتی ہے۔

"مکھی" ایک گہری اور علامتی تحریر ہے جو انسانی نفسیات، ماضی کے اثرات، خاندانی روایات اور نسلوں کے درمیان فرق کو اجاگر کرتی ہے۔

مختصر یہ کہ زویا پیرزاد کے افسانے سادہ زندگی کے واقعات کو بیان کرتے ہیں اور وہ تمام کاموں میں ایک حقیقت پسند مصنفہ ہیں اور قاری اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوتا لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ زویا پیرزاد کے افسانے اور تصانیف جدید افسانہ نگاروں کی روایت میں ایک خوبصورت اضافہ ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) داوودی، حمولہ، (۱۳۸۴)، زنان داستان نویس، ماہنامہ حافظ، شمارہ ۲۱ تہران، ۶۱۔

(۲) نیکو بخت و دیگران، (۱۳۹۱) الگوی تحول نقش زن از ھمسر خانہ دار۔۔۔ رمان ھای سووشون وعادت می کنیم، ادبیات وزبانھا، نقدادی، شمارہ ۱۱، تہران، ۱۲۰۔

(۳) شمیسا، سروش، (۱۳۷۱)، فرھنگ تلمیحات، اشارات، اساطیری، داستان، تاریخی، مذہبی در ادبیات فارسی، ج ۲، ا، انتشارات فردوس، تہران، ۱۸۷۔

(۴) پیرزاد، زویا، طعم گس خرمالو، ۱۳۷۶، نشر مرکز تہران، ۱۹۶۔

(۵) ایضاً، ۱۰۶۔

(۶) ایضاً، یک روزمانده بہ عید پاک، ۲۲۵۔

(۷) ایضاً، ۲۶۴۔

(۸) ایضاً، ۱۳۷۰، مثل ہمہ عصرھا، نشر مرکز، تہران، ۵۔

(۹) ایضاً،۶۔

(۱۰)ایضاً،۶۔

(۱۱)ایضاً،۱۸۔

(۱۲)ایضاً،۱۰۔

(۱۳)ایضاً،۴۸۔

(۱۴)ایضاً،۴۷۔

(۱۵)ایضاً،۲۰۔

(۱۶)ایضاً،۲۲۔

(۱۷)ایضاً،۳۰۔

BIBLIOGRAPHY

- Daoudi Hamola, Monthly *Hafiz,* (Tehran: 1384, Zanan Dastan Navees, Shumara 21)
- Naikoo Bakht, *Roman Haiay Sowishoon Naqshay Zan*, (Tehran: 1391, Adbiat wa Zoban Ha, Shumara 11)
- Shameesa Seerosh, *Farhangay Talmeehat*, Asaateeri Dastan (Tehran: 1371, Jild 1,2)
- Zoya Pirzad, *Misla Hum Asar Ha* (Tehran: 1370)
- Ibid, *Taam Gis Khirmaloo* (Tehran: 1376)
- Ibid, *Yik Rooz Manday Baiy Eid Pak* (Tehran: 1378)

❖❖❖